تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ نمبر
سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا مؤثر لائحہ عمل
مجلہ محی الدین فیصل آباد
جلد نمبر 4
ربیع الاول - ربیع الثانی 1439ھ 2018ء
شمارہ نمبر 8
عاجز صوفی
قرآنِ کریم اور ختمِ نبوت ﷺ
احادیثِ مبارکہ اور ختمِ نبوت ﷺ
السید المعلی ﷺ
رحمتِ عالم ﷺ بحیثیت معلمِ اخلاق
اکابرینِ امت کے نزدیک خاتم النبیین ﷺ کا معنیٰ
ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
m.mohiuddin.fsd.pk@gmail.com mujallah mohiuddin faisalabad

سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا موثر لائحہ عمل

نقیب صبح سعادت

جلد نمبر 4 ربیع الاول - ربیع الثانی 1439ھ 2018ء شمارہ نمبر 8


فیضانِ صدیقی جاری رہے گا

بفیضان نظر سلطان الموحدین غلام محی الدین غزنوی

اس شمارے میں






کمپوزنگ: سعید احمد قادری
ٹائٹل ڈیزائن: محمد کلیم رضا



رابطہ آفس
فاروق آرٹس
سیکنڈ فلور کیلانوالی گلی نمبر 4-5 کچہری بازار فیصل آباد
رابطہ نمبرز
041-2636130
0321-7611417



ناشر


جامع مسجد محی الدین
سدھار (سبزی منڈی) جھنگ روڈ فیصل آباد

اداریہ

# عاجز صوفی

باسمہ سبحانہ صلو علیہ و آلہ و اصحابہ وسلمو تسلیماً

مجھ عبد ضعیف کو ایک عظیم صوفی، عظیم مصنف، یادگار اسلاف قبلہ پروفیسر عبدالخالق توکلی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے اپنی نئی تصنیف مبارکہ ذکر جمیل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ عطا فرمائی۔

یوں تو حضرت توکلی نے بہت تصانیف فرمائی ہیں اور اکثر کتب کا مجھے مطالعہ کا شرف بھی نصیب ہوا ہے میرے خیال میں تحریر کی تاثیر صاحب کتاب کے تقویٰ نسبت کاملہ اور رضائے الٰہی کے مقصود ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر علم کے دبدبے کو رعب کی صورت قارئین پر مسلط کرنا ہو تو رعب دبدبہ اور عالم کے علم کے ہونے پر تصدیق تو کی جاسکتی ہے۔ مگر اثرات مرتب نہیں ہوسکتے۔ اثرات مرتب اسی وقت ہوتے ہیں کہ مصنف شریعت و طریقت کا مسافر ہو، مرشد کی نظر ہو، منزل پر پہنچنے کا مصمم ارادہ ہو تو کرم کی انتہا ہو جاتی ہے۔

انسان خود بھی کرم میں غوطہ زن ہوتا ہے اور تمنا بن جاتی ہے۔ جس کرم سے کریم نے مجھے نوازا ہے وہ کرم ہر ایک کو میسر آئے۔ ایسی ہی عظیم المرتبت ہستی حضرت قبلہ صوفی پروفیسر عبدالخالق توکلی ہیں جنھوں نے نقشبندی جام اتنا بھر بھر کے پیا کہ اب لٹانے کے لیے کتب تحریر فرمائیں اور اپنے خرچے پر اشاعت بھی فرمائیں۔ مذکورہ کتاب علم کا ایک خزانہ ہے کہ مقصد حیات روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے۔ ذکر اس ہستی کریم کا ہے، جنھوں نے علم و عمل شریعت و طریقت اور محبوب مکرم ﷺ کی سنت اور تابعداری میں وہ مقام حاصل کیا کہ ہزار سالہ مجدد ٹھہرے اور صبح قیامت تک علم و فضل کے چشمے تقسیم فرمانے کے لیے اُن کے مکتوبات راہ ہدایت ہیں۔ قبلہ توکلی صاحب نے اس کتاب میں عام قاری کے لیے نہایت موزوں انداز میں خلاصہ مکتوبات اور شاہراہ ہدایت کے لیے انمول موتی چن کر جمع فرما دیے ہیں۔

رہی بات کہ ہم اب اس سے اکتساب کتنا کرتے ہیں، مالک قبلہ توکلی صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے اور پر تاثیر کتاب سے انوارات و تجلیات نصیب فرمائے۔

از قلم: محمد عدیل یوسف صدیقی





# السید المعلی ﷺ

از قلم: پروفیسر عبدالخالق توکلی مدظلہ العالی

نقل ہے کہ ایک روز کوئی مولوی صاحب واعظ کہہ رہے تھے کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کی تنگی و فاقہ کا مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا اور کہا کہ ایک روز بہت تنگی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی بار آدمیوں کو حکم دیا کہ دیکھو تو کوئی کچھ لایا ہے؟۔ لوگ دیکھ دیکھ کر کہتے رہے کہ کوئی نہیں آیا۔ حضور (توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس کا یہ بیان سُنا۔ اس مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ حضور ﷺ کا تم نے جو ایسا اضطراب بیان کیا ہے یہ اس طرح نہیں تھا۔ اس نے کہا میں نے تو کتابوں میں اسی طرح دیکھا ہے۔ فرمایا کہ بار بار آدمیوں سے فرمانے کی کہ دیکھو کوئی کچھ لایا ہے، یہ وجہ تھی کہ حضور ﷺ کے پاس وحی آئی تھی کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص تحفہ لائے گا۔ حضور ﷺ کو اس کا انتظار تھا۔ ورنہ وہ رسول ﷺ تھے ان کو بندوں کی طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت تھی اور نبی علیہ السلام کبھی تنگ نہیں ہوا کرتے۔ ان کے ایسے حالات مجمع عام میں اس طرح نہیں سنایا کرتے کیونکہ جو سُنے گا اس کے دل میں طرح طرح کے خطرات و وساوس آئیں گے اور اس صورت میں اندیشہ ہے کہ شاید کسی کے دل میں ایسا وسوسہ آئے جس میں اس کے ایمان کا خطرہ ہو۔ حضرت رسولِ اکرم ﷺ تنگ نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے کئی ہزار بکریاں خیرات فرمائیں، بہت سے اونٹ خیرات کیے، یہ بھی تو ذکر کیا ہوتا۔ بات یہ ہے کہ:

**حضور ﷺ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک تھے۔**

(اب بھی ہیں۔ توکلی) وہ تنگ نہیں تھے مگر حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جو کچھ حضور ﷺ کے پاس آتا اس میں سے اپنے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حصہ دے کر، اور باقی سب مستحقین کے حصے تقسیم فرما کر جو اپنا حصہ ہوتا وہ مسکینوں محتاجوں کو اللہ کے واسطے دے دیا کرتے تھے اور کچھ نہ رکھتے تھے۔ ایسی تنگی و تکالیف کو ہر وقت نہ بیان کرنا چاہیے۔

﴿از: ادارہ﴾

رب کریم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

ترجمہ: محمد، (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔

## ”خاتم النبیین“ یعنی آخری نبی:

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ رسول کریم آخری نبی ہیں۔ یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ قیامت تک نبوت و رسالت کے منصب پر کوئی فائز نہیں ہو سکتا جو دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا دجال ہوگا۔

## علماء لغت کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کا معنی:

امام راغب اصفہانی (المتوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

**وخاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تممها بمجیئه** (المفردات، کتاب الخاء)۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو ”خاتم النبیین“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم فرمایا یعنی





آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو چکی ہے۔

علامہ ابن منظور (المتوفی ۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

**وختام القوم وخاتمهم وخاتمهم اخرهم ومحمد ﷺ خاتم الانبیاء علیه وعلیهم الصلوٰة والسلام۔** (لسان العرب جلد ۱۲، حرف المیم فصل الخاء)

ترجمہ: ختام القوم، خاتم القوم (بکسر التاء) اور خاتم القوم (بفتح التاء) ان سب کا معنی ہے قوم کا آخری فرد۔ اسی نسبت سے نبی اکرم ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا (کیونکہ آپ ﷺ بھی باعتبار بعثت گروہ انبیاء کے آخری فرد ہیں۔)

نوٹ: اہل لغت کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا معنی یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

## علمائے تفاسیر کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کا معنی:

تمام علماء تفاسیر کے نزدیک، خواہ علمائے متقدمین ہوں یا متاخرین سب نے ”خاتم النبیین“ کا معنی آخری نبی اور نبوت کا سلسلہ ختم کرنے والا فرمایا۔ چند عبارات پیش خدمت ہیں:

## تفسیر ابن عباس:

**ختم الله به النبیین قبله فلا یکون نبی بعده۔**

ترجمہ: ”خاتم النبیین“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء نبی کریم ﷺ کی ذات پاک پر ختم فرما دیا ہے پس آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر ابن عباس: ۲۶۲)

### تفسیر انوار التنزیل:

**واهم الذی ختمهم اوختموا به ولا فادح فیه نزول عیسٰی بعده لانه ازا نزل کان علٰی دینه۔**

ترجمہ: آپ ﷺ (بعثت کے اعتبار سے) انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے (تشریف لاکر) ان کے سلسلہ کو ختم کردیا اور سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی ہے اور حضرت عیسیٰ کا نبی کریم ﷺ کے بعد (دوبارہ قرب قیامت میں) نازل ہونا آپ ﷺ کی ختم نبوت میں قادح نہیں ہے (کیونکہ انہیں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل منصب نبوت پر فائز کیا گیا تھا) چنانچہ اب وہ نبی کریم ﷺ کے دین اور شریعت کے متبع اور پیروکار کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔

(انوار التنزیل، جلد۲، صفحہ:۲۴۷)

## تفسیر جلالین:

**وکان اللّٰہ بکل شیء علیما منہ بان لا نبی بعدہ واذا نزل السید عیسیٰ یحکم بشریعتہ** (تفسیر جلالین، صفحہ:۳۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب سیدنا عیسیٰ (دوبارہ) نازل ہوں گے تو وہ نبی کریم ﷺ کی شریعت کے متبع اور پیروکار ہوں گے۔

## تفسیر مظہری:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خاتم" بفتح التاء کا معنیٰ "آخر" اور "خاتم" بکسر التاء کا معنیٰ ہے: **الذی ختم النبیین حتٰی لا یکون بعدہ نبی** ۔یعنی آپ ﷺ نے سلسلہ انبیاء کو ختم فرمادیا ہے، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

مزید فرماتے ہیں:

**ولا یقدح فیہ نزول عیسٰی بعدہ لانہ اذا ینزل یکون علٰی شریعتہ مع ان عیسٰی علیہ السلام صار نبیا قبل محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وختم اللّٰہ سبحانہٗ الاستنباء بمحمد وبقاء نبی سابق لا ینافی ختم النبوۃ۔**

(تفسیر مظہری جلد:۹، صفحہ:۳۸۴، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کے بعد نازل ہونا اس میں قادح نہیں ہے کیونکہ ان





کی حیثیت نبی کریم ﷺ کی شریعت کے متبع کی ہوگی ساتھ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعثت محمدی ﷺ سے قبل کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم فرمادیا ہے اور کسی سابق نبی کا قائم رہنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔

## تفسیر روح المعانی:

حضرت محمود آلوسی "روح المعانی" میں فرماتے ہیں:

**والمراد بالنبی ماھو اعم من الرسول فیلزم من کونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین کونہ خاتم المرسلین والمراد بکونہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتمھم انقطاع حدوث وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھا فی ھذہ النشاۃ۔** (روح المعانی جلد۲۱، ۲۲، صفحہ:۲۹۰)

ترجمہ: "نبی" کا لفظ عام اور "رسول" خاص۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے یہ لازم ہوجاتا ہے کہ (رسول کریم ﷺ) خاتم المرسلین بھی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کے منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونے کے بعد جن وانس میں سے اب کسی کو یہ منصب عطا نہ ہوگا۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

**وکونہ خاتم النبیین مما نطق بہ الکتاب وصعت بہ السن واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ۔**

(روح المعانی الجز۲۱، ۲۲، صفحہ:۳۰۰، بیروت، لبنان)

نبی اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا اس طرح کی حقیقت ہے جس کی تصریح خود کتاب اللہ نے فرمادی اور اس کی توضیح وتشریح سنت نے فرمادی اور اس مسئلہ پر اُمت کا اجماع بھی ہے اب جو بھی اس مسئلہ کے خلاف دعویٰ کرے گا قرآن وسنت اور اجماع امت کا منکر ہوگا اور کافر، مرتد ہوگا اور یوں سمجھیں کہ وہ خارج از اسلام ہوگا۔

# احادیث رسول اور ختم نبوت

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں لفظ ''خاتم النبیین'' کا معنی متعین کرنا ہے چنانچہ لفظ ''خَاتَمْ'' کی (تاء زبر کے ساتھ) اور ''خَاتِمْ'' (تاء کی زیر کے ساتھ) دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی ''سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا۔ آخری نبی'' اس کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں ''خاتم النبیین'' کے معنی کو دیکھنا ہے تاکہ ہم خوب جان سکیں کہ رسول کریم ﷺ نے ''خاتم النبیین'' کا معنی کیا ارشاد فرمایا۔

**حدیث رسول اور قصر نبوت:**

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنٰی بیتا فاحسنہٗ واجملہ الاموضع لبنۃ من زاویہ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین**

(بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب خاتم النبیین صفحہ ۵۰۱)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایک ایسے آدمی کی طرح ہے جس نے ایک حسین وجمیل گھر بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی اور عمدگی پر اظہار تعجب کرتے اور کہتے کہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی (کاش یہ بھی لگ جاتی تاکہ گھر مکمل ہو جاتا، آپ ﷺ نے مزید فرمایا) میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نبوت جس کی خشت اول حضرت آدم علیہ السلام تھے اور خشت آخر نبی کریم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اب چوں کہ گھر کی عمارت اپنی تکمیل کو پہنچ چکی ہے لہٰذا اس کے بعد کسی خشت کی گنجائش نہ رہی جو قصر نبوت میں لگ سکے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عیسٰی جو قرب قیامت میں





دوسری بار تشریف لائیں گے وہ ''من قبلی'' میں شامل ہیں۔ وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے منصب نبوت عطا کیا گیا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**مثلی و مثل الانبیاء کرجل بنی دارا فاکملھا واحسنھا الاموضع لبنۃ فجعل الناس یدخلونھا ویتعجبون ویقولون لولا موضع اللبنۃ۔** (بخاری شریف)

ترجمہ: میری اور دوسرے (گذشتہ) انبیاء کی مثال یوں ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس لوگ اس گھر میں داخل ہوتے اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ ہوتی۔ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں۔



اس روایت کے متعلق غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ملتا ہے چنانچہ ایک بار دوران خطاب آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کمسن تھا، ابھی میری داڑھی نہیں اُتری تھی کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علماء سے مناظرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ میری اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا، فاکملھا و احسنھا۔ اس نے اسے مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

پھر میں قادیانی علماء سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور سید عالم ﷺ نے پُر کر دیا، اب تم بتاؤ تو مرزا قادیانی کو کہاں ڈالو گے؟ وہ سب سوچ میں پڑ گئے، پھر ان میں سے ایک بولا، عزیز! بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر بھی

کیا جاتا ہے تو ہم مرزا صاحب کا پلستر کردیں گے۔ میں نے کہا تم مرزا صاحب کا پلستر بھی نہیں کرسکتے کیونکہ سرکار ﷺ نے فرمایا ''فاکملھا'' بنانے والے نے عمارت کو مکمل کردیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوسکتی۔

پھر ایک اور نے ہمت کی، وہ کہنے لگا کہ دیکھو عزیز! ٹھیک ہے پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی، عمارت کا رنگ وروغن بھی تو کیا جاتا ہے۔ ہم مرزا صاحب کا روغن کردیں گے۔ آپ نے فرمایا تم مرزا صاحب کا روغن بھی نہیں کرسکتے، کیونکہ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''واحسنھا'' ۔ بنانے والے نے عمارت کو حسین وجمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ وروغن سے ہی ہوتا ہے۔ پس آپ کے اس زور استدلال کے سامنے قادیانی بے بس ولاچار ہوگئے۔

(غزالی زماں کا طرز استدلال از حافظ امانت علی سعیدی، صفحہ:۷۹)

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ نے نبوت کو محلی حسی کے ساتھ تشبیہ دے کر لادین قادیانی ملحد کے ان تمام ذہنی لحاظ اور خود تراشنے والے کو جڑ سے نکال پھینکا ہے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو اپنے ذہن سے نکال کر دائرہ محسوسات میں داخل کیا گیا ہے۔ لیکن دیکھا جائے کہ جس میں ذہنی حیثیات و اعتبارات کا احتمال ہی نہ ہو۔ چنانچہ ہر آدمی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرسکتا ہے اور یہ فیصلہ بھی کرسکتا ہے کہ قصر نبوت کی تکمیل ہوچکی ہے اس میں زیادتی کی قطعاً کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مثال: اگر کوئی گھر بنایا جائے اور اس کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر مکمل کردیا جائے اور ختم کردیا جائے تو کوئی مزدور یہ نہیں کہتا کہ تعمیر کا کام ختم کردینا نقص ہے، اسی طرح مالک ومختار اور علیٰ کل شیءٍ قدیر نے بھی قصرِ نبوت کی تکمیل کا اعلان فرمادیا کہ اب دیکھنا چاہیے کہ کس کی طاقت ہے کہ تعمیر کو جاری رکھنے کا رب العالمین سے مطالبہ کرسکے۔

## پہلی نبوت اور ختم نبوت:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اول المرسلین ادم واخرھم محمد۔ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

(جامع الاحادیث جلد۳، صفحہ۳۵)





ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سارے رسولوں سے پہلے حضرت آدم ہیں اور تمام رسولوں سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ختم نبوت کی حتمی حیثیت کو رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا اور رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کوئی بھی کسی معنی کے اعتبار سے نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔

## آخری نبی اور آخری مسجد:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

**فانی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد۔**

(مسلم شریف جلد اول کتاب الحج باب فضل الصلاۃ فی المسجد)

ترجمہ: بے شک میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) آخری مسجد (مساجد انبیاء میں سے) ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کو تعمیر فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو تعمیر فرمایا اور مسجد نبوی کو رسول کریم ﷺ نے تعمیر فرمایا چنانچہ اس کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی اعتبار سے انبیاء کی تعمیر کردہ مساجد میں سے یہ آخری مسجد ہے لہٰذا پتہ یہ چلا کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا تو اسی وجہ سے کسی نبی کی مسجد بھی نہ ہوگی۔

صاحب کنز العمال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان فرماتے ہیں:

**انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد الانبیاء**

(کنز العمال جلد۱۲، صفحہ:۲۷۰، فصل الحرمین والمسجد الاقصیٰ من الاکمال)

ترجمہ: میں انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور میری مسجد (مسجد نبوی) مساجد انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، اسی اعتبار سے مسجد نبوی بھی انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

## نبی اکرم ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

**قال رسول اللہ ﷺ "لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب۔**

(ترمذی شریف جلد "ابواب المناقب" مناقب عمر صفحہ:۲۰۹)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی امت میں اگر کوئی نبی ہوتا یا کسی کو نبوت ملنا ہوتی تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے لیکن ان کو نبوت کا منصب نہ ملنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ سلسلہ نبوت کا اجراء ختم ہو گیا ہے۔

## آخری نبی اور آخری اُمت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم۔**

(ابن ماجہ شریف، ابواب الفتن باب فتنۃ الدجال، صفحہ:۳۰۷)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں مَیں (ﷺ) آخری نبی ہوں اور امتوں میں تم آخری امت۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

**لا نبی بعدی ولا امۃ بعد امتی** (ابن کثیر جلد ۹، سورۃ قمر صفحہ:۳۶۹)

حدیث مبارکہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

**فقال لہ علی یارسول اللہ ﷺ تخلفنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ ﷺ اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی۔**

(ترمذی شریف ابواب المناقب علی)





ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (پیچھے مدینہ میں) چھوڑ گئے۔ حضرت علی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں (میں بھی ساتھ جانا چاہتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا (اے علی) کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو۔ جیسے موسیٰ کے لیے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں۔

چنانچہ مسلم شریف جلد دوم میں اس طرح آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

**علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔**

(مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: (اے) علی! تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کیونکہ میں آخری نبی ہوں)۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے اپنا نائب بنا کر حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف چھوڑ گئے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ ایک غزوہ پر تشریف لے جاتے وقت اہل مدینہ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اسی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے واضح ارشاد فرما دیا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی نبوت ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ کسی کو مغالطہ نہ ہو، حضرت ہارون علیہ السلام تو نبی تھے جب کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہیں۔

## جھوٹے مدعیان نبوت سرکار ﷺ کی امت میں سے:

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور کوئی آدمی نبوت کا دعویٰ کر کے منصب نبوت پر نہیں آ سکتا اگر کوئی آدمی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ دجال، کذاب اور جھوٹا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدعیان نبوت کی پیشگی اطلاع دی اور ان کی تعداد بھی ارشاد فرما دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

**ولا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلاثین کلھم یزعم انہ**

رسول اللہ۔ (بخاری شریف جلد ا کتاب المناقب، باب علامات النبوت فی الاسلام، صفحہ ۵۰۹)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں گے، ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

**انه سيكون فى امتى ثلاثون كذابون عليهم بزعهم انه نبى وانا خاتم النبيين لا نبى بعدى۔** (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۵)

میری امت میں تیس جھوٹے آدمی پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے (مگر سن لو) میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ نے ''خاتم النبیین'' کا معنی بھی فرمادیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور یہ بھی فرمادیا کہ قیامت تک کوئی نبی ورسول پیدا نہ ہوگا جو دعویٰ نبوت کرے گا وہ کذاب ودجال ہوگا۔

اسمائے رسول کریم ﷺ اور نبوت کا اختتام:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں:

**ان النبى صلى الله عليه وسلم قال انا محمد وانا احمد وانا الماحى الذى بى الكفر وانا الحاشر الذى يحشر الناس على عقبى وانا العاقب الذى ليس بعده نبى۔** (مسلم شریف جلد ۲، صفحہ ۲۶۱)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے (اپنے مختلف اسماء مبارکہ ارشاد فرمائے) کہ میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں ماحی ﷺ ہوں، میرے ذریعے کفر کو مٹا دیا جائے گا، میں حاشر ﷺ ہوں، لوگوں کا حشر میرے پیچھے ہوگا۔ اور میں عاقب ﷺ ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث شریف سے اسماء مبارکہ بھی معلوم ہوئے اور ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھی پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔





# اکابرینِ امت کے نزدیک ''خاتم النبیین'' کا معنی

از: ادارہ

قرآن وحدیث، اہل لغت اور اہل تفاسیر نے خاتم النبیین کا معنیٰ بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں وہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اب احناف کے امام جن کے ہم مقلد ہیں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کا موقف پیش کرتے ہیں۔

## امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ ہجری)

**وتنبا رجل فى زمن ابى حنيفه رحمه الله وقال امهلونى حتىٰ اجيئى بالعاملات وقال ابو حنيفه رحمه الله من طلب منه علامة فقد كفر لقول النبى صلى الله عليه وسلم لا نبى بعدى۔**

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ اپنی نبوت پر دلائل پیش کروں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آدمی نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ بھی کافر ہے اور جو اس سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی اور اس پر دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا پھر دلیل کس کی۔

## امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۵ ہجری)

**ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم النبى بعده ابداً وعدم رسول ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص فمنكر هذا لايكون منكر اجماع۔**

(الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۱۱۴)

ترجمہ: بے شک تمام امت محمدیہ ﷺ نے اس لفظ یعنی (خاتم النبیین اور لا نبی بعدی) سے اور قرائن احوال سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ نیز یہ کہ اس میں کسی قسم کی نہ کوئی تاویل ہو سکتی ہے اور نہ تخصیص، پس اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔

## علامہ سعد الدین المعروف تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۹۱ ہجری)

علامہ تفتازانی نے اس کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**وقد دل کلامه و کلام الله المنزل علیه انه خاتم النبیین وانه مبعوث الی کافة للناس بل الی الجن والانس ثبت انه اخر الانبیاء۔**

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا کلام (یعنی حدیث شریف) اور کلام باری تعالیٰ جو رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا (یعنی قرآن کریم) دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سلسلہ نبوت کو ختم فرمادیا اور وہ (نبی کریم ﷺ) تمام کائنات انسانی بلکہ تمام جن وانس کی طرف (رسول بن کر) مبعوث ہوئے ہیں۔

قرآن وحدیث سے معلوم یہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔

سوال: احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا پھر کیسے رسول کریم ﷺ آخری نبی ہوئے؟

جواب: علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ رسول کریم ﷺ کی شریعت کے تبع اور رسول کریم ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور دوسرے لوگوں کے مطابق سیدنا امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

(عقائد نسفیہ: ۹۹)

## علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۲۳ ہجری)

**وخاتم النبیین آخرهم الذی ختمهم او ختموا به۔**

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۶ کتاب المناقب)





ترجمہ: خاتم النبیین کا معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ختم فرمادیا اور اس پر مہر لگادی۔

## امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ ہجری)

**اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انه ﷺ خاتم المرسلین کما انه خاتم النبیین۔**

(الیواقیت والجواہر جلد ۲، صفحہ ۳۷)

ترجمہ: جان لو! امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سلسلہ رسل ختم فرمادیا ہے جس طرح رسول کریم ﷺ نے سلسلہ انبیاء ختم فرمادیا ہے۔

علامہ شعرانی نے شیخ ابن عربی کے حوالہ سے بھی اس طرح لکھا کہ "ابن عربی" نے فتوحات میں بیان فرمایا کہ؛

**هذا باب اغلق بعد موت ﷺ فلا یفتح لا حد الی یوم القیامة۔**

(الیواقیت والجواهر، جلد ۲: صفحہ ۳۷)

ترجمہ: یہ (وحی نبوت کا) باب نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بند ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔

## علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۶ ہجری)

**ودعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع** (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ: ہمارے نبی (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بعد دعویٰ نبوت بالاجماع کفر ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں:

**واول الانبیاء آدم اٰخرهم محمد ﷺ** (عقائد نسفی، صفحہ ۹۹)

ترجمہ: انبیاء میں سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ۔

## فقہ حنفی کا معتبر اور مستند فتاویٰ:

فتاویٰ عالمگیری اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند کی ہدایات پر بارہویں صدی ہجری میں اجل علماء

نے مدون فرمایا اس میں اس طرح مذکور ہے:

**اذا لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ اخر الانبیاء علیہم وعلٰی نبیان فلیس بمسلم۔** (فتاوٰی عالمگیری جلد ۲ کتاب السیر فی احکام المرتدین)

ترجمہ: جو آدمی یہ نہ جانے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

کچھ آگے لکھتے ہیں:

**وکذالک لو قال انا رسول الله اوقال بالفارسیة من پیغمبرم بریدیہ من پیغام برم بکفر۔** (فتاوٰی عالمگیری، جلد ۲، کتاب السیر، باب فی احکام المرتدین)

ترجمہ: اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں (اور اس کی) مراد یہ ہو کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا جو آدمی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں وہ کافر ہو جائے گا۔

## امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ ہجری)

حضور پُرنور خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنٰی شک و شبہ کو بھی راہ دے، کافر مرتد اور ملعون ہے۔ آیت مبارکہ:

**ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین**

اور حدیث متواترہ **لا نبی بعدی** سے تمام امت مرحومہ سلفاً خلفاً یہی معنی سمجھے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یا رسول کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۵۷)

دوسری جگہ اعلٰی حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں ضروریاتِ دین کا جس طرح انکار کفر ہے یوں ہی ان میں شک و شبہ اور احتمال ماننا بھی کفر ہے، یوں ہی ان کے منکر یا ان میں شک





کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۶ صفحہ ۵۷)

نوٹ: علمائے حق نے بیان فرمایا کہ باری تعالٰی فرماتے ہیں "خاتم النبیین" رب العالمین کی طرف سے وصیت ہے اور اہل جہان کو آگاہ اور متنبہ کرنا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور آخری حجت ہیں جو پوری فرما دی گئی ہے آپ کا دین آخری دن ہے اور آخری پیغام باری تعالٰی ہے، ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی محروم ہو جاؤ، اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ کسی قوم کا مقتدا اور رئیس اس طرح کہے کہ یہ میری تم سے آخری بات ہے اور آخری عہد و وصیت ہے۔ اس طرح نہ ہو کہ تم اس کو ضائع کر ڈالو اور وقت ہاتھ سے نکل جائے اور یہ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنی امت کے لیے ہیں اور خاتم الانبیاء سابقین کے لیے۔

ثابت یہ ہوا کہ علمائے کرام نے بہت لطیف نکتہ بیان فرمایا کہ اس آیت مبارکہ کا باہمی ربط واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور نہ کسی کو مانو۔

☆☆☆☆

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

# بحیثیت معلم اخلاق

تحریر:۔ پروفیسر رائے محمد اعجاز کھرل (پی ایچ ڈی سکالر محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف)

لغت میں خلق کا مطلب طبیعت یا طبعی خصلت، مروت و عادت ہے نیز علم الاخلاق حکمت عملیہ کی ایک قسم ہے جس کا نام حکمت خلیقہ ہے۔ امام غزالی نے خلق کی تعریف ان الفاظ میں کی (خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کے انجام دینے کیلئے غور و فکر کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔) عمومی طور پر اخلاق کو دو اقسام کے تحت بیان کیا جاتا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں۔ ایک معمولی اخلاق اور دوسرے اعلیٰ اخلاق۔ پہلی قسم یہ کہ آدمی کا اخلاق جوابی ہو۔ یعنی جو مجھ سے جیسا کرے گا میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی کروں گا۔ یہ عام اخلاق ہے۔ اعلیٰ اخلاق یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے رویہ کی پروا کیے بغیر اپنا اخلاق متعین کرے۔ اس کا اخلاق اصولی ہو جوابی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی نے کہا میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا سلوک کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور وہ میرے ساتھ نادانی سے پیش آتے ہیں اور میں ان سے درگزر کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اسی طرح سے ہے جیسے تو کہتا ہے تو گویا کہ آپ ان کو ریت کھلاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے آپ کیلئے مدد ضرور شامل حال رہے گی۔ اگر آپ اسی حال میں رہے۔ اعلیٰ اخلاقیات ایک مسلمان کا عمومی رویہ ہونا چاہیے جس کو وہ اپنی پوری زندگی میں برت کر دکھائے خواہ معاملہ دشمن کے ساتھ ہو یا دوست کے ساتھ ہو۔ وہ صلہ رحمی کا خوگر ہو حتیٰ کہ اس سے بھی صلہ رحمی کرے جو اس سے قطع رحمی کرے۔ وہ برے کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا اور ظالم کے ظلم کو نظر انداز کرنے والا ہو۔





قرآن اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُو سے اخلاق کا تعلق ایمان باللہ سے ہے۔ اس لیے اخلاق کی غرض و غایت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ حسن خلق کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین بھی اسی سے ہوتا ہے کہ انسان اخلاقی رویہ اپناتے ہوئے رضائے الٰہی مدنظر رکھتا ہے یا نہیں کیونکہ انسان کی بڑی سے بڑی قربانی اس کے بغیر اپنی کھو دیتی ہے۔ تمام نیکیوں کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے اور تمام عبادتیں اس کے بغیر بیکار ہو جاتی ہیں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی شخص اس لیے لڑتا ہے کہ مال غنیمت ہاتھ آئے، کوئی اس لیے کہ وہ بہادر کہلوائے، کوئی اس لیے کہ اس کو شہرت حاصل ہو تو ان میں سے کون ہے جس کا عمل جہاد فی سبیل اللہ متصور ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (جو اس لیے لڑتا ہو اللہ کی بات بلند ہو وہی اللہ کی راہ میں ہے)۔ اسلام نے اخلاق کو اتنی اہمیت دی کہ اس کو عبادات سے بھی بڑھا دیا اور باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض میں کوتاہی کی معافی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھی بلکہ ان بندوں کے ہاتھ میں رکھی جن کے حق میں کوتاہی ہوئی۔ پھر ایمان کی مضبوطی کو اخلاق کی مضبوطی پر منحصر رکھا۔ اخلاق اچھے تو ایمان مضبوط، ایمان مضبوط تو عبادت مقبول، گویا ان تینوں چیزوں کا آپس میں ایسا ناطہ اور تعلق رکھا کہ اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو، اگر اس کے اخلاق اچھے نہیں تو نگاہ اسلام میں اس کی عبادت کی کوئی قیمت نہیں۔ جانوروں سے بھی اگر اس کے اخلاق اچھے نہیں اور انسانوں سے معاشرتی تعلق میں حسن نہیں تو اللہ کے ہاں اس کی عبادت کی حیثیت ایک بے روح جسد کی سی ہے اور اس کا ایمان اس کے نفس کی گہرائیوں میں نہیں اترا کیونکہ اخلاق ہی ہماری ایمانی حالت کی کسوٹی ہے۔ اسی لیے اخلاق حسنہ کے بارے میں اس قدر احادیث ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ سارے دین کی بنیاد ہی اخلاق حسنہ پر استوار ہے۔ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

''قیامت کے دن حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی اور چیز نہ ہوگی'' ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں عورت کی نماز، روزے اور صدقہ خیرات کی کثرت کا بہت چرچا ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کی اپنی زبان سے تکلیف میں رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ اسی طرح دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو کہ نماز اور روزہ وغیرہ صرف فرائض کی حد تک پورا کرتی تھی لیکن اعلیٰ اخلاق کی مالک تھی۔ آپ نے اس کی تعریف فرمائی اور اسے جنت کی بشارت دی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں (میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتے تھے۔ (حضرت انس فرماتے ہیں میں اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا اور نہ ہی یہ کہا تم نے یہ کیوں کیا اور نہ ہی یہ کہا تو نے یہ کیوں نہ کیا)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایک یہودی سے قرضہ لیا، اس نے میعاد مقررہ سے قبل ہی ادائیگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ایک دن تو اس کا مطالبہ حد سے بڑھ گیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کو پکڑ کر سخت لفظ کہنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' میعاد مقررہ میں تین دن باقی ہیں''۔

اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، انھوں نے یہ دیکھا تو اس یہودی کو مارنے کے ہاتھ اُٹھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور فرمایا'' عمر تمھارا حق نہ تھا کہ اسے مارتے ہاں اتنا کہہ سکتے تھے کہ بھئی میعاد مقررہ سے پہلے مطالبہ صحیح نہیں ہے اور مجھے یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تک ہوسکے جلد ادائیگی قرض کی فکر کریں مکارم اخلاق کا یہ مظاہرہ دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہوگیا۔ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے انھوں نے کہا السام علیکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم پر اللہ کی لعنت اور اللہ کا غضب ہو۔ آپ ﷺ نے کہا ٹھہرو! عائشہ! تجھ پر نرمی لازم ہے اور تو سختی اور فحش گوئی سے بچ۔ آپ کہنے لگیں کیا آپ ﷺ نے





سنا نہیں جو انھوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا، میں نے ان کو لوٹا دیا (وہی کلمات کہہ دیئے) ان کے بارے میں میری دعا قبول ہوتی ہے۔ ان کی دعا میرے متعلق قبول نہیں ہوتی)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل عربوں کی اخلاقی حالت نہایت بھیانک تھی۔ اچھے بُرے کی تمیز مفقود تھی نیز کوئی اخلاقی برائی نہ تھی جو ان کے اندر موجود نہ ہو۔ قتل وغارت، جھوٹ بولنا، بدعہدی کرنا، بہتان درازی، جھوٹی قسم کھانا، خیانت، سراف، دھوکہ دہی، چوری ڈاکہ، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، بیوہ پر زیادتی، سوتیلی ماں سے نکاح کرنا، بے کسوں کو ستانا، اپنی معصوم بچیوں کو جھوٹی شرم اور خیالی ننگ وعار سے بچنے کیلئے ایک خودساختہ تخیل اور ایک ظالمانہ روایت کی بنا پر اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کر دینا نیز دیگر ہر قسم کے اخلاقی جرائم عام تھے۔ شراب نوشی، عیش پرستی، حقوق کی پامالی، قمار بازی، ہوس رانی، ظلم معاشی استحصال، ظالمانہ طور پر طریقوں اور غیر منصفانہ رویوں کا بول بالا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ معاشرہ آگ کا ایک سمندر ہے یا ایک نہایت ہی مہیب خندق ہے جس کی کوئی گہرائی نہیں اور انسان اس میں چھلانگ لگانے کیلئے تیار کھڑا ہے۔

نبوت سے پہلے چالیس سال کا یہ لمبا دور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح گزارا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کے بعد معلم اخلاق ہو کر نمودار ہونا تھا۔ اس لیے اس چالیس سالہ دور میں خدا تعالیٰ نے آپ کو نہایت بلند اخلاقی کردار قائم فرمایا۔ اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق میں صداقت، امانت، شرافت اور خدمت کے اوصاف اس قدر نمایاں ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری قوم میں ایک غیر معمولی انسان نظر آنے لگے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطن مادر میں آئے تو ان کی قوم قحط اور خشک سالی کا شکار تھی۔ آپ کی برکت کی وجہ سے مکہ کی خشک زمین پر سرسبز و شاداب ہوگی معلم اخلاق کا بچپن اپنے اندر غیر معمولی برکت رکھنے کی وجہ سے اپنے ماحول میں منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے اور ان کی جوانی،

قوت، امانت اور خدمت کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے سبب ان کی صداقت کا کھلا نشان بنتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہو کر اپنے اسی اعلیٰ کردار کو دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں (وانك لعلى خلق عظيم) کہہ کر آپ ﷺ کے بلند ترین مقام کو بھی ظاہر کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی تصویر حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں کھینچی ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن مجید ہے) قرآن مجید میں شروع سے آخر تک خدا اور اس کی صفات کا تذکرہ پایا جاتا اور باقی ماندہ موضوعات اور بیانات ان صفات خداوندی کی تائید میں مندرج ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ کا بھی یہی مفہوم نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق صفات الٰہی کا پرتو تھے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو دنیا کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اشخاص کیلئے نمونہ ہو۔ جس شخص نے مختلف حوادث حیات کا تجربہ نہیں کیا وہ دوسروں کیلئے عملی نمونہ نہیں بن سکتا۔ ہر اخلاقی صفت کے اظہار کیلئے مخصوص حالات کی ضرورت ہوتی ہے اور جب تک کوئی ان حالات سے دو چار نہ ہوا ہو وہ شخص ان صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہر قسم کے حالات رونما ہوئے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف صفات اور اخلاق کے اظہار کا موقع ملا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہر شخص کیلئے نمونہ ہے۔ یتیم، تاجر، ہمسایہ، بیٹا، خاوند، مہاجر، فاتح، قاضی، مقنن، جنگ آزما سپہ سالار، مدبر، ہادی، غرض کہ تمام حالات مختلفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہر قسم کے لوگوں کیلئے کامل اسوہ ہے۔ اسی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ عالم میں فرد فرید ہیں، دنیا کا کوئی آدمی بھی اپنے مذہب کے بانی کو اس حیثیت سے پیش نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی تمام لوگوں کیلئے اسوہ حسنہ بن سکتی ہو۔ اگر کسی شخص کی زندگی میں شان عالمگیریت نہیں پائی جاتی وہ عالمگیر اسوہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز نظر آتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اخلاق فاضلہ کے جامع ہیں جو انبیاء علیہم السلام میں متفرق





طور پر پائے جاتے ہیں۔ پیغمبر اسلام الصلوۃ والسلام کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو جو کچھ قرآن حکیم میں الفاظ کی صورت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وہ عملی شکل میں موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک تحریری قرآن ہے تو دوسرا عملی قرآن ہے۔ ایک تھیوری ہے تو دوسرا پریکٹیکل۔ ایک قرآن کاغذوں میں لفظوں کی صورت میں ہے تو دوسرا رسول اللہ ﷺ کی شکل میں عملی صورت میں۔

زندگی کی متضاد حالتوں میں بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلق عظیم کا مظاہرہ کیا حالانکہ ان حالتوں میں نظام اخلاق دفعتاً بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اپنی ذات میں نہایت رحم دل ہے لیکن جونہی وہ میدان جنگ میں جاتا ہے تو اس کی زندگی کا یہ نقطۂ نظر بالکل تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ رحم دلی سے یکا یک بے رحم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک شخص امن و صلح کے زمانہ میں نہایت حلیم الطبع معاملات میں صادق اور عہد کا پابند ہوتا ہے لیکن زمانہ جنگ میں اس کی یہ تمام صفات مفقود ہو جاتی ہیں اور وہ عہد شکن اور درشت طبیعت بن جاتا ہے۔ یہ تو افراد کا حال ہے لیکن ایک پوری قوم کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ زمانہ امن میں وہ انسانیت کا بہترین نمونہ ہوتی ہے لیکن جنگ کے زمانہ میں وہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حکماء نے کہا کہ "سیاست اپنے پہلو میں دل نہیں رکھتی" لیکن دنیا میں صرف اور صرف اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ایک ایسی زندہ ہستی ہے جو اپنے پہلو میں نرم و نازک دل بھی رکھتی ہے اور نہ تبدیل ہونے والی اخلاقی قوت بھی۔ ان پر عوارض خارجیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ جس طرح زمانہ امن میں گداز دل رکھتا ہے اسی طرح کا گداز دل وہ زمانہ جنگ میں بھی رکھتا ہے اور اسلام نے جو قوم تیار کی وہ بھی "رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز" کی حیثیت رکھتی ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہر شعبہ حیات پر حاوی تھیں۔ حق و صداقت کی اس داستان حیات میں غربت و مظلومی بھی تھی اور اتمام و تکمیل کی فتح مندی اور کامرانی کا جاہ و جلال اور سطوت و جبروت بھی۔ دنیا میں امن و صلح کے ساتھ جنگ میں معاہدوں کو اکثر توڑا

جاتا ہے اور نہایت شرمناک طریقے سے عہد و پیان میں تاویلیں کر کے ان کیخلاف ورزی کی جاتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں ایک موقع بھی ڈھونڈھے سے نہیں ملتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کیا ہوا کوئی معاہدہ توڑا ہو۔ بلکہ جن قوموں اور قبیلوں نے معاہدات کو تورا، موقع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی نہ صرف حسن سلوک کیا بلکہ معاف کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شخصی حالتوں میں وفائے عہد کا جو معیار اخلاق قائم کیا تھا میدان جنگ میں اس کو قائم رکھا۔ شخصی حالت میں عہد و پیان کی پابندی کے بارے میں امام ابوداؤد نے عبداللہ بن نے نقل کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے ایک چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ فروخت کی جس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے نہیں کیا تھا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ آپ ٹھہریے میں باقی حصہ اسی جگہ لے کر آتا ہوں۔ لیکن جب میں وہ حصہ لینے کیلئے گھر آیا تو میں بھول گیا اور مجھے تین دن کے بعد اپنا وعدہ یاد آیا۔ جب میں وہاں آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی جگہ کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ دیکھ کر صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ میں تین دن اسی جگہ تمھارا انتظار کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے صحابہ کرامؓ کو عہد و پیان کی پابندی کی تعلیم دی۔ خیبر کی ایک عورت نے آپ ﷺ کو زہر دے دیا لیکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کوئی انتقام نہ لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک یہودی نے اپنی دانست میں جادو کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کی بنا پر اسے معاف فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانون اور کافروں کے مابین میل جول ہو گیا، سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حالت میں ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا۔ اتفاق سے میرے پاس چار مشرک آ گئے۔ آتے ہی انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کی اور ہجو گوئی شروع کر دی۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان کے ہجو یہ کلمات نہ سن سکا اور اٹھ کر دوسرے درخت کے سایہ کے نیچے جا کر لیٹ گیا۔ وہ سب اس درخت کی شاخوں





میں اپنے ہتھیار لٹکا کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شور سو مچا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا۔ میں نے یہ شور سن کر تلوار نیام سے نکال لی اور سوتے میں ان چاروں پر حملہ کر دیا۔ پہلے ان کے ہتھیاروں پر اچھی طرح قبضہ کر لیا۔ پھر ان سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا بھیجا ہے تم میں سے جو شخص بھی اپنا سر اٹھائے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر ایک طرف سے میں ان چاروں کو اور دوسری طرف سے میرے چچا عامر ایک دوسرے کافر کو جس کا نام مکرز تھا گھسیٹے ہوئے جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو معاف فرما دیا اور ہمیں فرمایا انھیں چھوڑ دو۔ برائی کی ابتداء انھی کی طرف سے ہونی چاہیے۔

دنیا کے کسی دستور میں انھیں چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر آپ انہیں قتل کر دیتے تو در حقیقت بد عہدی اور نقض پیان کے ذمہ دار وہی لوگ ہوتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقض عہد کی اس ظاہری شکل کو بھی گوارا نہ کیا جو ان کے قتل سے پیدا ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے تمام ابواب اخلاق میں سب سے زیادہ نمایاں باب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کیلئے کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ایسا کرنے میں اگرچہ حقیقی طور پر نقض عہد نہیں ہو سکتا تھا تاہم بظاہر نقض عہد کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا اسلام آپ کے صاف وشفاف دامن پر اس قسم کا معمولی سا ظاہری دھبہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔

دلوں کو صرف اخلاق حسنہ سے ہی فتح کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نماز اور روزہ سے تو آدمی اس وقت متاثر ہو گا جب کسی کے قریب آئے گا اور قریب لانے والی چیز اخلاق ہے۔ آپ ﷺ اگرچہ پیغمبر انقلاب بھی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انقلاب اپنے اخلاق حسنہ سے دنیا میں برپا کیا۔ جس زمانہ میں مکہ کی سرزمین باوجود اپنی سعت کے قریش مکہ کی ستم رائیوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنگ کر دی گئی تھی۔ اس قت لوگوں کی اکثریت آپ ﷺ کے اخلاق جمیلہ سے متاثر ہو کر حلقہ گوش اسلام ہوئی تھی۔ ابوسفیان اور اس کی بیوی ہند، ابو جہل کا بیٹا

عکرمہ اور دوسرے بڑے بڑے اساطین کفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ جس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے واحد حکمران تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارہ ابرو پر اپنا تن من دھن قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔ اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی رعونت نہ تھی نہایت سادہ زندگی تھی اور جدھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق حسنہ کی ضیاباریوں سے لوگ اپنے اخلاق کی راہیں روشن کرتے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب کیمیائے سعادت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کی ایک نہایت اجمالی تصویر پیش کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی نوعیت کیا تھی اور کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے معمولی کام اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"آپ مویشیوں کو خود چارہ ڈالتے، گھر میں جھاڑو دے لیتے، بکری کا دودھ دھو لیتے، خادموں کو ان کے کاموں میں مدد دیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھا لیتے۔ جب کبھی ضرورت ہوتی بازار سے سودا خود خرید لاتے۔ چھوٹے بڑے کو پہلے خود سلام کرتے۔ اگر کوئی ساتھ ہوتا تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے (تاکہ بڑائی کا شائبہ نہ ہو) غلام، آقا، کالے اور گورے، حبشی و ترک میں کوئی امتیاز نہ برتتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی ہوتا۔ کیسا ہی چھوٹا اور حقیر شخص دعوت دیتا فوراً قبول فرماتے۔ جس قسم کا کھانا بھی سامنے رکھ دیا جاتا نہایت رغبت اور خوش دلی سے کھا لیتے۔ رات کے کھانے سے صبح کیلئے اور صبح کے کھانے سے رات کیلئے کچھ اٹھا نہ رکھتے۔ نیک مزاج، نرم خو، کشادہ اور خندہ جبیں تھے۔ گویا "نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو تھے۔ کبھی پوری زندگی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔ سخی تھے مگر فضول خرچ نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام خوبیوں سے آراستہ، ان تمام فضائل سے مزین اور ان تمام اوصاف حمیدہ کے جامع تھے۔ سکونت ان کا لباس، نیکی ان کا شعار، تقویٰ ان کا خمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت، راستی ان کی شریعت اور ہدایت ان کی راہ نما تھی۔





مختصر یہ کہ ہم اپنا احتساب کریں اور دیکھیں کہ ہم نے سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہاں تک اتباع کی اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات سے اپنے اخلاق کو کس قدر مزین کیا گیا۔ سیرت طیبہ کی پاکیزہ تعلیمات کو فقط زبانی تذکرے تک رکھا یا پھر انھیں اپنے قلب و نظر اور دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی اتارا۔ اپنے معاشرے میں ان کو کہاں تک لاگو کیا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت صرف نمازوں میں مصروف رہنے والے عابدوں اور جنگلوں میں ریاضت کرنے والے زاہدوں کیلئے ہی نہیں بلکہ معاشرے میں جکڑے ہوئے لوگوں کیلئے قدم قدم پر مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام نے ہمارے وجود کے گرد حقوق کے جس قدر بندھن باندھے ہیں ان سب کو ادائیگی کے طریقے اس طرح سکھائے کہ اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ ہماری نجی اور اجتماعی زندگی دونوں کی عافیت کیلئے نہایت اعلیٰ اخلاقی اصول بتائے۔ جن پر عمل کر کے ایک عام اور خاص انسان راحت اور آسائش اور خوشی و مسرت کی زندگی بسر کر سکے۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے صنعتی اور معاشی انقلاب کا نتیجہ انسانی رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ کی شکل میں سامنے آیا جس کے باعث آج اخوت، ہمدردی اور باہمی محبت کی باتیں قصہ پارینہ بن گئی ہیں۔ انسانی جذبات و احساسات پر مشینوں کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ میڈیا کی برق رفتاری اور جدید ٹیکنالوجی نے زمینی فاصلے کم کرتے ہوئے ایک طرف لاکھوں میل دور بیٹھے انسانوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو دوسری طرف اخلاقی تنزل کا شکار کرتے ہوئے انسانی اقدار سے عاری کر دیا۔ اخلاقی انحطاط کی قیمت پر ہونے والی مادی ترقی کے نتیجہ میں انسان پریشانیوں، مسائل اور مصائب کی دلدل میں دھنس چکا ہے۔ رذائل اخلاق عام ہو چکے ہیں، ان کو ختم کرنے کیلئے اور معاشرے میں اخلاق حسنہ کی ترویج کرنے کیلئے ہمیں پیغمبر اسلام و معلم اخلاق کے اخلاقی کردار کو عملی اور فکری طور پر عام کرنا چاہیے تاکہ آج کے اس پریشان حال انسان کو رہنمائی میسر آ سکے کہ مجسم اخلاق حسنہ، ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہی فلاح دارین اور امن عالم کی ضامن ہیں۔

## ملفوظاتِ غوثِ اعظم (رضی اللہ عنہ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے سچے دوست تھے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دین حق کے پرچار اور احیاءِ کتاب وسنت میں گذارا۔ آپ کی تعلیمات اور وعظوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے اتباع پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آپ نے شریعت وطریقت کو لازم وملزوم قرار دیا ہے۔

آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ صرف اتباع سنت کے ذریعے طریقت کے اصولوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔ آپ کے سلسلۂ تصوف کا تمام تر ماخذ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ہے اور انہی کی روشنی میں آپ نے مخلوقِ خدا کو علم وعرفان سے اپنے قلوب واذہان کو روشن کرنے کی دعوت دی ہے۔

آپ کی تعلیمات جو ملفوظات کی صورت میں مختلف کتب میں موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

### (۱) توحید

آپ رضی اللہ عنہ رب ذوالجلال کی وحدانیت کا درس دیا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی لذت اور چاشنی اپنے ملفوظات کے ذریعے عوام کے دل ودماغ میں اجاگر فرمایا کرتے تھے، اور قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل سے خلق خدا کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔۔۔

### (۲) اتباعِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہمیشہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نقشِ قدم پر چلو کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا





لہٰذا کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کسی حال میں بھی نہ چھوڑو۔۔۔

### (۳) نماز

پنج گانہ نماز کو پابندی سے ادا کرو۔ اور اپنی ہر نماز اس خشوع وخضوع سے ادا کرو گویا یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے۔۔۔

### (۴) روزہ

روزہ دار کو چاہیے کہ اپنے روزہ کو مکروہات سے بچائے رکھے۔۔۔

### (۵) زہد وتقویٰ

انسان کو چاہیے کہ تمام ان کاموں اور اشیاء سے احتراز کرے، جن سے شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور کامل تقویٰ کے لیے دس شرائط ہیں:

(۱) زبان کو قابو میں رکھنا۔ (۲) غیبت سے بچنا۔ (۳) کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور استہزاء نہ کرنا۔ (۴) محارم پر نظر نہ ڈالنا۔ (۵) راستی اور راست بازی اختیار کرنا۔ (۶) انعامات اور اکرام ربانیہ کا شکر گزار رہنا تاکہ نفس میں تکبر اور غرور پیدا نہ ہو۔ (۷) نفسانی خواہشات پر قابو رکھنا اور راہِ خدا میں مال صرف کرنا۔ (۸) صرف اپنی ذات کے لیے ہی بھلائی اور بہتری کا خواہش مند نہ ہونا۔ (۹) فرض نمازیں باجماعت ادا کرنا۔ (۱۰) سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ امت پر قائم رہنا۔۔۔

### (۶) علم وفضل

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے علم میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی برکت سے علم لدنی جو اسے حاصل نہ تھا اسے سکھلاتا ہے۔۔۔

### (۷) گوشہ نشینی

آپ فرماتے تھے، ہر گوشہ نشین کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم دین حاصل کرے جو شخص علم کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اس کی مثال "مرغ بے پر" کی ہے۔ علم شریعت کا چراغ

اپنے ہاتھ میں لے کر اس راہ میں قدم رکھو۔

## (۸) سجادہ نشین

آپ کا فرمانِ مبارک ہے:

سجادہ نشین میں ان بارہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے، جس میں یہ خصلتیں نہ پائی جائیں اس کا مسندِ ولایت پر سجادہ نشین ہونا ہر گز جائز نہیں۔

| | |
|---|---|
| دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھو | عیب پوشی، رحم دلی |
| دو خصلتیں سید عالم ﷺ سے سیکھے | شفقت ورفاقت |
| دو خصلتیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سیکھے | راستی، است گوئی |
| دو خصلتیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیکھے | نیکی کی تعلیم دینا، برائی سے روکنا |
| دو خصلتیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سیکھے | کھانا کھلانا، شب بیداری کرنا |
| دو خصلتیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سیکھے | عالم ہونا، شجاعت وجوانمردی |

## (۹) رضائے الٰہی

محبت الٰہی میں بڑھنا اور علم الٰہی کو کافی جان کر قضا وقدر پر راضی رہنا۔

## (۱۰) تصوف

دل کو تمام کدورتوں سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے، اور تصوف کی بنیاد ان آٹھ خصلتوں پر ہے: (۱) سخاوت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ (۲) رضائے سیدنا اسحاق علیہ السلام۔ (۳) صبر سیدنا ایوب علیہ السلام۔ (۴) مناجات سیدنا زکریا علیہ السلام۔ (۵) تضرع سیدنا یحییٰ علیہ السلام۔ (۶) صوف سیدنا موسیٰ علیہ السلام۔ (۷) سیاحت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔ (۸) فقر سیدنا وسید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

☆☆☆☆☆☆

عرس مبارک کی
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
فیضان صدیقی جاری رہے گا
غلام محی الدین غزنوی
پیر محمد علاؤ الدین صدیقی
حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ
و
سالانہ ختم شریف
حضور مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا
بروز
جمعہ
ہفتہ
2-3
فروری
2018ء
حضور شیخ العالم
کے دو روزہ عرس
کی تقریب سعید میں
درس قرآن و حدیث
تزکیہ نفس کے لیے
حلقہ ذکر ختم خواجگان
سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر
اعمال کی درستگی عقائد کی پختگی
کیلیے مؤثر لائحہ عمل
پیش کیا جائے گا
زیر نظام
پیرزادہ قاسم صدیقی
شاہ جہان صدیقی
وارث نسبت صدیقیہ عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ
خواجہ پیر محمد نور العارفین صدیقی
چیئرمین نور ٹی وی
چیئرمین محی الدین ٹرسٹ
سجادہ نشین : دربار عالیہ نیریاں شریف
بمقام
آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
ڈھوک کشمیریاں راولپنڈی
الداعی
خلیفہ مجاز دربار عالیہ نیریاں شریف
حافظ علامہ محمد عدیل یوسف صدیقی
خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد
0321-7611417